مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی۔ بنگلور۔ ۵۰

خاص برائے الحق
قسط ۴

عورت اور آزادانہ سیر و سیاحت

ایک آیت قرآنی پر بحث

لفظ سیاحت و رہبانیت کی تحقیق قرآن، حدیث اور کلام عرب کی روشنی میں

انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے کام کو کرنا چاہتا ہے جس سے وہ کافی متاثر ہے۔ تو وہ منع کئے جانے پر ایک طرح سے افسردہ اور بد دل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کے کرنے سے باز نہیں آتا۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اخلاقی مسئلہ بھی ہے۔ چونکہ ہادئ اعظم انسانی فطرت کے رمز شناس اور سب سے بڑے معلم اخلاق تھے، لہٰذا آپ نے دیکھا کہ اس چیز کی قطعی ممانعت تربیتی نقطۂ نظر سے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا آپ نے اس کا رخ دوسری طرف پھیرتے ہوئے نعم البدل کے طور پر چند دوسرے نسخے تجویز فرمائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے "سیاحت" کو تو باقی رکھا مگر اس کے معانی اور تصورات بدل دئے۔ چنانچہ کبھی تو فرمایا گیا: سیاحة هذه الامة الجهاد فی سبیل الله تعالیٰ [۴۲] نیز " رهبانیة هذه الامة الجهاد فی سبیل الله عز وجل۔" [۴۳] اور کبھی کہا گیا: "سیاحة هذه الامة الصیام۔" [۴۴]

یہ نسخہ غالباً نو آموز قسم کے لوگوں کے لئے رہا ہوگا۔ جیسا کہ اوپر والی جہاد کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات آپنے ایک غیر معروف شخص شاید کسی بدوی کے جواب میں ارشاد فرمائی۔ جیسا کہ مروی ہے: ان رجلاً قال یارسول الله ائذن لی فی السیاحة۔ (کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے) اس کے برعکس وہ حدیثیں جن میں صاف سیاحت کی نفی کی گئی ہے۔ مثلاً لاسیاحة فی الاسلام [۴۵]

---

[۴۲] اس امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ [۴۳] اس امت کی رہبانیت جہاد ہے اللہ کے راستے میں۔ [۴۴] اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے۔ (ان حدیثوں کے حوالے پچھلے صفحات میں گزر چکے ہیں۔) [۴۵] لسان العرب: ۲/۴۹۳ (اسلام میں سیاحت نہیں ہے۔)

یا أن الرھبانیة لم تکتب علینا۔[۴۶] یہ غالباً راسخ العقیدہ لوگوں سے خطاب یا عمومی اصول کے طور پر ہو سکتا ہے، کیونکہ مطالعۂ حدیث کی رُو سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہر شخص سے اس کے حالات کے مطابق خطاب فرمایا کرتے تھے۔

صحیح احادیث میں سیاحت کے نعم البدل کے طور پر مذکورہ بالا دو ہی شکلیں بتائی گئی ہیں، یعنی جہاد اور روزہ۔ بقیہ جو شکلیں ہیں یعنی تعلیمی سفر، ہجرت، حج، آیاتِ الٰہی کا مطالعہ وغیرہ۔ تو یہ سب قیاسی و اجتہادی امور ہیں یا ان کی حیثیت تفسیری اقوال کی سی ہے۔ اس حیثیت سے سب سے زیادہ قوی اور محکم چیزیں یہی دو ہیں اور ان دونوں میں جہاد کی حیثیت خلافتِ ارض کے نقطۂ نظر سے بہت اہم بلکہ اہم ترین ہے۔ کیونکہ وہ اسلام جو خلافتِ ارض کا محرّک اور اسکی بقا کا ذمہ دار ہے۔ خود اس کا اپنا مدار ہی جہاد پر ہے۔ یعنی جہاد ہی اسلام اور نظامِ اسلام کی بقا کا ضامن ہے۔ اور عالم اسلام پر جو بھی مصائب آئے ہیں یا آرہے ہیں یا آئیں گے، وہ سب درحقیقت جہاد اور اسکی اسپرٹ کو فراموش کر دینے کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ چیز رہبانیت و خانقاہیت کی بھی ضد ہے۔ اس وجہ سے حدیثوں میں جہاد پر ابھارا گیا ہے۔ تاکہ نظامِ عالم درہم برہم نہ ہو اور نیک لوگوں کی رہبانیت و خانقاہیت کے باعث شر پسند قوتیں غالب آکر اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد نہ پھیلائیں۔ اور اللہ کے فرمانبردار لوگ عزلت و گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرکے شر پسندوں کو کھلی چھوٹ نہ دے دیں۔ بلکہ وہ میدان کارزار میں داخل ہو کر ان باطل قوتوں کا مقابلہ کرکے اللہ کی زمین کو فسادیوں سے پاک و صاف کریں۔ ورنہ اللہ کے نام لیواؤں کی زندگی دوبھر ہو جائے گی۔ یہ ہے جہاد کا صحیح مقصد اور اسکی اسپرٹ، ظاہر ہے کہ یہ چیز سیاحت و رہبانیت کی عین ضد ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ط اور اگر اللہ (مختلف لوگوں میں) ایک دوسرے کی مدافعت نہ کرتا تو خانقاہیں، مدرسے، عبادت خانے اور مسجدیں۔ جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ سب ڈھا دئے گئے ہوتے۔ (حج : ۴۰)

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ اور اگر اللہ (اپنی سنت جاریہ کے مطابق) انسانی (گروہوں میں سے) ایک دوسرے کی مدافعت نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی۔ (البقرہ ۲۵۱)

یہ تو ہوئی سیاحت و جہاد کی حقیقت و ماہیت اور ان کا فلسفہ۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ ایک ایسی چیز

---

[۴۶] رہبانیت ہم پر شروع نہیں کی گئی۔ (حوالہ پچھلے صفحات میں)

کو جو درحقیقت سیاحت کی ضد ہے سیاحت بنا کر پیش کی گئی ہے۔ مگر نہیں بلکہ حقیقتاً اسلام نے اس لفظ (سیاحت) کے معنی اپنی مرضی سے بدل دئیے ہیں۔ تاکہ ایک عہد کا خاتمہ ہو کر دوسرا نیا عہد اس کے ذریعہ شروع ہو۔ یہ اسلام کا ایک عظیم ترین کارنامہ ہے جو درحقیقت تکمیل دین سے تعلق رکھتا ہے۔

اب رہا معاملہ روزے کا تو یہ ان تمام لوگوں کے لئے قابل عمل ہے جو کسی سبب یا مجبوری کی وجہ سے جہاد میں حصّہ نہ لے سکتے ہوں۔ اگر آپ غور فرمائیں تو نظر آئے گا کہ روزہ بھی درحقیقت ایک قسم کا جہاد ہی ہے۔ کیونکہ اس میں بھی مشقت اور نفس کا محاربہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی دراصل جہاد کی تیاری ہی کا ایک اہم ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ عوام کی تربیت ہوتی ہے۔ اور اُن مشقتوں اور صعوبتوں کو برداشت کرانے کی گویا ایک مشق کرائی جاتی ہے۔ جو راہ جہاد میں پیش آ سکتی ہیں۔ اس اعتبار سے سیاحت سے روزہ مراد ہونا ایک عمومی کلیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اس معنی میں سب سے زیادہ مشہور ہو گیا۔

بہر حال ہر شخص اپنے حالات اور اپنے ظرف و حوصلے کے مطابق ان مختلف تاویلات میں سے کسی پر بھی عمل کر کے "سائح" بن سکتا اور "سائح" کہلا سکتا ہے۔ اور یہ دروازہ ہر خاص و عام کے لئے کھلا ہوا ہے۔ وللہ الحمد حمداً طیباً کثیراً۔

سیاحت اور سیر و تفریح اس تفصیلی بحث اور حقیقت حال کی وضاحت کے بعد اب مزید کسی تردید یا لمبی چوڑی بحث کی ضرورت تو باقی نہیں رہی، ہاں البتہ چند نکات کی وضاحت ناگزیر نظر آتی ہے، تاکہ یہ بحث ہر حیثیت سے مکمل ہو جائے۔

چنانچہ یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہو گئی کہ سیر و سیاحت کا جدید مفہوم اس قرآنی مفہوم و مقتضیٰ سے میل نہیں کھاتا۔ بالفاظ دیگر آزادانہ سیر و سیاحت یا سیر سپاٹے کی اس لفظ کے تحت کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ زیر بحث آیت کریمہ (توبہ: ۱۱۲) میں مذکور تمام صفات (التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون۔ الخ) آزادانہ سیر و سیاحت کے مفہوم سے ہم آہنگ نظر نہیں آتیں اور اس قسم کا کوئی بھی مفہوم ائمہ لغت و تفسیر کے خلاف بلکہ کلام عرب کے خلاف ہے۔ اور اس کی تائید میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کی تائید بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ مفسرین و مترجمین کو کوسنا تو خود اپنی جہالت کا ثبوت دینا یا اندھیرے میں تیر چلانا ہے۔

اور یہ تمام صفات جیسا کہ تفسیر کبیر کا حوالہ اوپر گزر چکا (سیاق کلام کے اعتبار سے) مجاہدین کی صفات کے طور پر وارد ہوئی ہیں، جن کا تذکرہ ماقبل کی آیت میں "ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ۔ الخ" (ترجمہ شروع میں گزر چکا ہے۔)

کی شکل میں کیا گیا ہے۔ نحوی اور ادبی اعتبار سے تفسیر کبیر اور دیگر تفاسیر کے مطابق اسکی توجیہہ اس طرح کی گئی ہے ، ھم التائبون العابدون۔ الخ یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے وہی لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے ، عبادت گزار ، حمد کرنے والے "سیاحت کرنے والے ، رکوع کرنے والے ، سجدہ کرنے والے ، معروف کا حکم کرنے والے ، منکر سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کو قائم کرنے والے ۔"

سیاحت عربی اور اردو میں

ظاہر ہے کہ عقلی اعتبار سے بھی اس سیاق وسباق میں مطلق سیر وسپاٹے کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا ، اصل میں دھوکا لفظ سیاحت سے ہوجاتا ہے۔ جس کا معنی ومفہوم عربی میں کچھ ہے تو اردو میں کچھ اور۔ اردو میں مروجہ مفہوم کے اعتبار سے لفظ سیاحت کے تصور ہی سے ذہن میں سیر وتفریح اور دور جدید کے مہیا کردہ تمام لوازم کا تصوّر بھی آجاتا ہے۔ ذرا آپ موجودہ دور کے اونچے درجے کے فائیو اسٹار (FIVE STAR) ہوٹلوں اور ان کی فراہم کردہ تفریحات یعنی " فائیو اسٹار کلچر " کا تصوّر کیجئے جو آجکل کی معیاری سیاحت وتفریح کا ایک لازمہ ہے۔ اور آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کلام عرب اور ائمہ لغت کی تصریحات کی روشنی میں اس قسم کے "مسرفانہ مفہوم " کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ لفظ سیاحت عربی اور اردو میں مشترک ہے اس لئے اکثر دھوکا ہوجاتا ہے کہ ہمارے ذہنوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شوقیہ اور محض دل بہلانے کی خاطر سفر کرتا ہو۔ اور جواز کے طور پر اس آیت کو پیش کرتا ہو تو یہ ایک غلط استدلال ہوگا۔

اس موقع پر یہ غلط فہمی نہ رہے کہ راقم سطور کو مطلق سفر وسیاحت یا تفریح داعتراض ہے یا اسکو وہ ناجائز سمجھتا ہے۔ مگر بات آیت قرآنی سے استدلال کی ہے۔ خدا نے اگر آپ کو فراخی عطا کی ہے ، تو تفریح کیجئے اور ضرور کیجئے مگر خدارا اس آیت کو دلیل نہ بنائیے ۔

واقعہ یہ ہے کہ عربی اور اردو میں بہت سے ایسے مشترک الفاظ پائے جاتے ہیں جن کا مفہوم عربی میں کچھ اور ہے اور اردو میں کچھ اور۔ جیسے لفظ صداقت عربی میں دوستی کو کہتے ہیں ، مگر اردو میں یہ سچائی کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس طرح عربی میں "غرور" کے معنی فریب کے ہیں۔ مگر اردو میں یہ "تکبر" کا ہم معنی ہے۔ عربی میں اور خاص کر قرآنی محاورے میں " ظلم " بے جا حرکت کو کہتے ہیں (وضع الشئی فی غیر محلہ) مگر اردو میں اس کے معنی کسی کو ستانے کے ہیں۔ دولت عربی میں حکومت کے ہم معنی ہے۔ مگر اردو میں مال ومتاع کے لئے بولا جاتا ہے۔ شربت عربی میں ایک گھونٹ کو کہتے ہیں۔ لیکن اردو میں یہ ایک میٹھے اور خوشگوار مشروب کا نام ہے۔ اسی طرح شراب عربی میں کسی بھی پی جانے والی چیز یا مشروب کو کہہ سکتے ہیں۔ (قرآن میں پانی اور شہد وغیرہ کو شراب کہا گیا ہے۔) مگر اردو میں شراب صرف نشہ لانے والی حرام چیز کا نام ہے۔ اگر غلطی

سے کوئی عربی دان جو اردو نہ جانتا ہو کسی اردو دان سے "شراب" کا مطالبہ کر بیٹھے تو پھر قیامت ہی آجائیگی۔

غرض اس طرح کے سینکڑوں الفاظ ہیں جن کے معانی و مطالب میں دونوں زبانوں میں نمایاں فرق ہے، یہی حال لفظ سیاحت کا بھی ہے۔ بیشک یہ لفظ جدید عربی میں ٹھیک اس معنی میں مستعمل ہے جو اردو میں مستعمل ہے۔ یعنی: TRAVEL, JOURNEY, TOUR [47]

مگر یہاں پر بحث قدیم عربی اور قرآن وحدیث کے محاورات کی ہے، چاہے اس کے معنی جدید عربی میں کچھ ہی کیوں نہ بن گئے ہوں۔

عربی کے جدید مفسرین | اس ملاحظے کے بعد عرض ہے کہ عربی کے جن جدید مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض نئے خیالات اور نئی تعبیرات کا اظہار کیا ہے انہوں نے بھی اسکو مشروط طور پر دینی مقاصد کے تحت رکھا ہے اور مطلق سیر و سیاحت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ مثلاً علامہ سید رشید رضا مصری اور سید قطب شہید وغیرہ۔

چنانچہ اول الذکر اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے کہ "سائحون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اقطار ارض میں کسی صحیح غرض کی خاطر سفر کرتے ہوں، خواہ وہ علم سے متعلق ہو یا عمل سے، جیسے جہاد فی سبیل اللہ طلب علم، جو اپنی قوم کے لئے دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے نافع ہو۔ یا مخلوقات الٰہی اور مختلف قوموں کے حالات و واقعات کا جائزہ لینے کی غرض سے ہو۔ نیز اللہ کی آیات و نشانات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے، جس پر قرآن کی بہت سی آیتوں میں ابھارا گیا ہے۔

اسی طرح موصوف نے "سائحات" کے تحت عورت کو بھی اپنے شوہر یا کسی ذی محرم کے ساتھ صحیح غرض کے تحت سیاحت کرنے کو بھی جائز بتایا ہے۔ کیونکہ اسلام میں عورت کا سفر ذی محرم کے بغیر ممنوع ہے۔ نیز موصوف نے اس میں تجارت اور رزق حلال کی تلاش و طلب کو بھی شامل کیا ہے۔ [48] اور سید قطب کا رجحان اس طرف ہے کہ اس سے مراد اللہ کی مخلوق اور اس کے سنن و آثار میں غور و فکر کرنے والے ہیں۔ [49]

سیاحت اور مترجمین اردو | اس جائزے سے واضح ہو گیا کہ اس قرآنی لفظ سے مقصود مطلق سیر و

---

[47] ملاحظہ ہو: القاموس العصری، مؤلفہ الیاس انطون الیاس، بیروت۔

[48] ملخص از تفسیر المنار: ۱۱/۵۲ مطبوعہ بیروت۔

[49] فی ظلال القرآن: ۱۱/۴۹، بیروت، ۱۳۸۶ھ

سیاحت کسی حال میں بھی درست نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس سیر و سیاحت کی مذمت کی ہے جو کسی صحیح غرض و غایت کے لئے نہ ہو۔ ۵۰ لہٰذا جن مترجمین نے اس کا ترجمہ محض "سیر و سیاحت" کیا ہے وہ غلط یا خلاف احتیاط ہے۔ اور اس وقت میرے سامنے اردو کے جو مختلف ترجمے ہیں ان میں سوائے مولانا آزاد مرحوم کے کسی نے اس کا ترجمہ سیر و سیاحت نہیں کیا ہے۔ ۵۱

مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا سعید احمد دہلوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہ اس کا ترجمہ "روزہ رکھنے والے" کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اس کا ترجمہ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے (سفر در راہ خدا کنندگاہ) کرتے ہیں۔ ان کی اتباع میں شاہ رفیع الدین صاحب، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولانا عبدالحق حقانی اور مرزا حیرت دہلوی نے تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ یہی ترجمہ کیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری "سفر کرنے والے" مولانا مودودی "اللہ کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے" اور مولانا امین احسن اصلاحی "ریاض کرنے والے" تحریر کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ اچھوتا ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ہے، جنہوں نے "بے تعلق رہنے والے" کیا ہے۔ یعنی دنیا اور اس کے مرغوبات میں دل نہ لگانے والے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اپنے ترجمے میں اسی کا اتباع کیا ہے۔

میری نظر میں ترجیح اس ترجمے کو ہوئی جس میں روزہ رکھنا مراد لیا گیا ہو، جیسا کہ دلائل سے بخوبی ظاہر ہو گیا، پھر اس کے بعد سب سے بہتر ترجمہ وہ ہوگا جس کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے متبعین نے کیا ہے۔ یعنی "اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے" اس میں وہ تمام خوبیاں داخل ہو جاتی ہیں جو روزہ رکھنے کے ماسوا کتب تفاسیر میں وارد ہوئی ہیں۔ اور اس میں جہاد بھی شامل ہو سکتا ہے جس کی میرے نزدیک خلافت ارض کے نقطۂ نظر سے سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ ھذا ما بدا لی من تفقه کتاب اللہ الکریم وسنة نبیه علیه الصلاة والسلام۔

---

۵۰ تفسیر القرآن العظیم : ۲/۳۹۲، مطبوعہ مصر۔
۵۱ یہاں پر بات صرف ترجمے کی ہے۔ اگرچہ موصوف نے اس کی جو تفسیر کی ہے وہ بالکل درست ہے۔